فکر آخرت کس کو ہے

محمد منشا کاشف

الحمد لله رب العالمين و الصلاة و السلام على سيد المرسلين اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم ○ الذى خلق الموت و الحيوة ليبلوكم ايكم احسن عملا

ترجمہ: جس نے پیدا کیا موت کو اور زندگی کو تاکہ ازماوے تم کو کہ کون سا تم میں سے بہتر ہے عمل میں۔

تشریح: اگر عمل اچھے ہوں گے تو آخرت میں ان کا اچھا اجر پائے گا اور اگر برے ہوں گے تو آخرت میں برا بدلہ پائے گا۔ موت و حیات کا یہ سلسلہ بے مقصد نہیں ہے بلکہ اخروی زندگی میں آدمی کے اعمال پر نتائج مرتب کرنے کے لئے ہے۔

ایمان کے دو لازمی تقاضے

جس شخص کا یہ ایمان ہو کہ یہ دنیا سرائے فانی ہے اور میرا مستقل مکان یہاں نہیں آخرت میں ہے۔ آخرت میں بھی میرے دو گھر ہیں ان میں سے ایک گھر باغات خلد میں واقع ہے اور دوسرا گھر دوزخ کے بڑھکتے الاؤ میں ہے۔ اور زندگی کی مہلت دے کر خدا نے مجھے یہ اختیار دیا ہے کہ ان دونوں گھروں میں سے جس کسی کو میں اجاڑنا چاہوں اجاڑنے کی کوشش کروں اور جس گھر کو بسانا ہو اس کو بسانے کی فکر کی جائے۔ دل نہیں مانتا کہ ایسا شخص ایمان لانے کے بعد اعمال صالحہ کیطرف سے غافل پڑا سوتا رہے گا۔

اعمال صالحہ کر کے بھی اس کو مکمل اطمینان نہیں ہو سکتا' ایمان لاتے ہی جس طرح اس کو عمل خیر کی فکر ہوگی عمل خیر کے بعد اس عمل کی حفاظت کی فکر

بھی ستاتی رہے گی۔ اسے ڈر لگا رہے گا کہ آخرت کے گھر کا جو تھوڑا بہت سامنا اس نے بٹورا ہے کہیں ضائع نہ یا چوری نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ ایک جانی دشمن ہمارے اندر بیٹھا ہوا ہے جس کا نام نفس امارہ ہے اور ایک خون کا پیاسا باہر جان و ایمان کا ڈاکو ہے جس کو ابلیس کہتے ہیں۔ زندگی کا مسافر ہر وقت دو ڈاکوؤں اور لٹیروں کے بیچ میں سفر کر رہا ہے۔ اس لئے قدرتی طور سے ایمان و عمل جیسی دولت بے بہا کو لئے ہوئے وہ آنکھ بند کر کے سفر نہیں کر سکتا۔ اس لئے ایسے لوگ دن میں زمین پر نظر جھکا کر چلتے ہیں اور رات کو سوتے سوتے گھبرا کر ان کی آنکھ کھل جاتی ہے اور وہ خدا کی پناہ چاہنے لگتے ہیں بظاہر ایسا لگتا ہے کہ یہ آتشہ فکر ایک مستقل درد و کرب سے کم نہیں لیکن خدا ہی جانے کیسا بیٹھا ہے۔ یہ درد کہ کسی قیمت پر اس درد کی جدائی گوارہ نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہم کی زندگیاں اس بات کی گواہی دیتی ہیں۔ فریضہ حج ادا کر کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدینہ واپس جا رہے تھے۔ زندگی ایمان و عمل خیر سے مالا مال تھی جیتے جی جنت کا پروانہ مل چکا تھا لیکن اس تیسری کیفیت سے انہیں بھی کہاں نجات تھی ؟ جسے اعمال حبط ہو جانے کی فکر کہتے ہیں یہ کیفیت اس وقت حج جیسی دولت کمانے کے بعد اور بھی زیادہ شدت سے ان پر طاری تھی وہ چل رہے تھے اور چلتے چلتے رک گئے' کھڑے تھے بیٹھ گئے۔ سنگ ریزوں پر چادر ڈالی اور سیدھے لیٹ گئے' تڑپ کر سوئے فلک دیکھا اور دعا کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا: " خداوند! میری عمر بہت ہوگئی اور قوی کمزور ہو گئے اور حال یہ ہے کہ میری رعایا دور دور تک پھیل گئی پس مجھ کو اس حالت میں اٹھا لے کہ میرے اعمال برباد نہ ہوئے ہوں اور میں حد اعتدال سے آگے نہ بڑھ جاؤں (موطا امام محمد باب الرجم)

خدا کے مزدور

بیت المال سے دولت تقسیم ہو رہی تھی ہر شخص کو اس کا حصہ دے دیا گیا' سب لوگ اپنا حصہ پا کر ہنسی خوشی چلے گئے' مگر کچھ مال فاضل بچا رہ گیا۔ سوال یہ تھا کہ یہ مال کس کو دیا جائے؟ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہی سوال اٹھایا " لوگو! بتاؤ یہ مال کس کو ملنا چاہیے " عقل و انصاف کی رو سے جو مشورہ دیا جا سکتا تھا وہی ملا۔ اے مسلمانوں کے سردار! لوگوں نے سیدھی سچی بات کہی واقعہ یہ ہے کہ خلافت کی ذمہ داریوں میں آپ کو لگا کر ہم نے آپ کو اس قدر مصروف کر رہنا چھوڑا ہے کہ آپ نے کاشت کر کے اپنے لئے دولت کما سکتے ہیں اور نہ کوئی کاروبار کر سکتے ہیں' آپ کے پاس تو ہم نے اتنا بھی وقت نہیں چھوڑا کہ آپ اپنی بیوی بچوں کے مستقبل کے لئے کوئی معاشی تیاری کر سکیں لہذا یہ فاضل مال یقیناً آپ ہی کا قطعی جائز حصہ ہے۔ مگر وہ بندہ مومن ' جس کی نظر میں دنیا آخرت کی کھیتی کے سوا اور کچھ نہ تھی اس مالی فائدے کے مشورے سے کچھ ایسا پریشان ہو گیا جیسے یہ کوئی بہت بڑے گھاٹے کا سودا تھا۔ وہ بھی یقیناً ایک آدمی تھا اور ہر آدمی کو یہ تشویش ضرور ہوتی ہے کہ اس کے بعد اس کی بیوہ اور یتیم بچوں کا کیا بنے گا؟ مگر وہ آدمی جو آخرت کا کسان اور اللہ کا مزدور ہو اسے ایک اس سے بھی بڑی فکر اور آرزو ہوتی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ زمین پر وہ جنت کے بیل بوٹے اگائے اور قیامت کے دن اس کا شمار ان لوگوں میں ہو جن کو خدا خود اپنے ہاتھ سے زندگی بھر کی مزدوری دے گا اور وہ دامن پھیلا پھیلا کر لیں گے۔ ایک شاہی انعام اور ایک سدا بہار فصل کا منتظر بھلا اپنے خون پسینے کو کوڑیوں کے مول کہاں بیچ سکتا ہے۔ چنانچہ یہ مشورہ قبول کرنے کی بجائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خاص دردو کرب کے انداز میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا جیسے ان سے انہیں صحیح تر بات سننے کی توقع تھی۔ کہئے! آپ کیا کہتے ہیں؟ جذبات کے بڑے تیکھے انداز

سے سوال کیا۔ اس معنی خیز اشارے کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بس ایک واقعہ کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کی۔ کچھ یاد ہے ؟ انہوں نے کہا ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے تھے تو دیکھا تھا کہ آپ کافی اداس ہیں دوسرے دن پھر جانا ہوا تو آپ کو خوش و خرم پایا۔ وجہ پوچھی گئی تو ارشاد فرمایا پہلے دن صدقے کے چند دینار میرے پاس بچے رہ گئے تھے۔ اس لئے میں افسردہ و ملول تھا' آج میں نے ان کی تقسیم کر دیا اس لئے خوش ہوں۔ لوگوں نے جس مشورے کو سن کر جس شخص کا دل بجھ گیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو اس کا معصوم و نورانی چہرہ خوشی سے کھل گیا۔ " آپ نے سچ کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جوش کے عالم میں بولے میں دین اور دنیا میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۹۴)

اسلام کی فکر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز میں جہاد اور جنگ کے نقشے بناتے تھے۔ نہاوند کا معرکہ ہوا تو راتیں کروٹیں بدل بدل کر کاٹیں' قادسیہ کی جنگ ہوئی تو صبح سے دوپہر تک اس انتظار اور ادھیڑ بن میں گھوم گھوم کر پاؤں میں چھالے ڈال لئے کہ محاذ جنگ کیطرف سے آنے والا کوئی شتر سوار مل جائے اور وہ پوچھیں کہ حق و باطل کی جنگ میں اسلام کی صفوں کا کیا حال ہے ؟ (طبری)

کبھی اسلام کے نام لیواؤں کو اسلام کی فکر اس طرح ہوتی تھی یہ وہ دور تھا جب اسلام مغلوب نہیں غالب تھا' سربلند تھا حکمران تھا' آج اسلام پامال ہے' مغلوب ہے' خود مسلمان ممالک سے اسے جلا وطن کر دیا گیا۔ لیکن ہمیں اسلام کے سوا ہر شی کی فکر ہے' اسلام کی فکر میں باتیں بنانا اور قلم چلانا اور چیز ہے مگر اس فکر میں جان گھلانا بالکل دوسری چیز ہے۔ آنکھیں ان چیزوں کے لئے ترستی ہیں جن سے اپنی نہیں اسلام کی فکر ٹپکی پڑتی ہو۔ جن لوگوں کو خدا کے دین کی ایسی فکر تھی انہیں دنیا میں ہی جنت کی بشارت دے دی گئی تھی' جن لوگوں کو

اسلام کی کوئی فکر نہیں انہیں اپنے متعلق کیا سمجھنا چاہیے یہ بات معلوم کرنے کے لئے میدان حشر میں جانے کی ضرورت ہے نہ میزان عمل میں زندگی کا وزن کرانے کی........ ہم اسی دنیا میں اپنے متعلق خدا کے آخری فیصلے کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ بات بڑی بھیانک ہے مگر اتنی نہیں جتنی زمین کے نیچے چلے جانے کے بعد ہوگی۔ ابھی ہم اس دنیا میں ہیں جہاں عمل ہے۔ پوری سزا و جزا نہیں...... کل ہم ایک ایسی دنیا میں ہوں گے جہاں محض سزا و جزا ہے عمل کی مہلت قطعاً نہیں ہے۔

خدا کے غلام

شعلہ بار دھوپ میں ریگستان ایک تندور کی طرح دھک رہا تھا لوگ گھروں کی پناہ گاہوں میں چھپے ہوئے تھے مگر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ --- اسلامی قلمرو کے عظیم خلیفہ اس آگ بھری دوپہر میں اونٹوں کو ہانکتے ہوئے لئے جا رہے تھے۔ اس دوپہر میں آپ گھر سے باہر کیوں نکل کھڑے ہوئے ؟ راستے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے گھبرا کر سوال کیا۔ کچھ نہیں ' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے اطمینان سے بولے " صدقے کے دو اونٹ چھوٹ گئے تھے میں نے سوچا لاؤ ان کو چراگاہ تک چھوڑ آؤں۔

ایک دن ..... صدقے کے اونٹ آئے تو اپنے ہاتھ سے ان کے بدن پر تیل کی مالش شروع کر دی۔ اتنے بڑے آدمی کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا تو کوئی شخص بے اختیار پکار اٹھا " اے مسلمانوں کے سردار ! یہ کام کسی غلام کے حوالے کر دیا ہوتا ؟ " غلام ؟ خفگی اور بے زاری کے ساتھ آپ نے پلٹ کر جواب دیا " مجھ سے بڑھ کر غلام اور کون ہوگا ؟ ...... جو شخص مسلمانوں کا والی ہے وہ مسلمانوں کا غلام ہے۔ (کنز الاعمال ج ۳ ص ۱۶۴)

ذرا پانی پلانا امیر المومنین نے کسی سے کہا..... شاید اس لئے کہ پانی پلانے کے لئے کسی دوسرے سے کہنا بھی ثواب ہے۔ تاکہ پانی پلا کر وہ شخص ایک غلام

آزاد کرنے کا اجر عظیم حاصل کر لے۔ لوگوں نے سوچا کہ پانی کی بجائے شہد کیوں نہ پلا دیا جائے۔ امت کے جفاکش خادم کو پیاس لگی تھی سوچ میں پڑ گئے' شہد کا پیالا ہاتھ میں تھا اور دل کسی گہری سوچ میں گم..... اسی عالم محویت میں تین بار ایک ہی بات ان کے ہونٹوں پر آئی اور نعمت سے لطف اٹھانے والی دنیا کو وہ نازک بات یاد دلاتی چلی گئی جسے نعمت کا حساب کہتے ہیں۔ اگر اس کو پی لوں تو اس کی مٹھاس چلی جائے گی اور .... تلخی باقی رہ جائے گی۔

" ذرا پانی پلانا" ایک دن یہی بات عہد خلافت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زبان مبارک سے نکلی' خدا کے بندوں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اس چاہنے والے کو لوگوں نے پانی کی جگہ شہد کا لذیذ شربت پیش کر دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شربت اٹھا تو لیا مگر ہونٹوں سے لگا ہی تھا کہ پھر اٹھا لیا۔ اب جو لوگوں نے دیکھا تو آنسوؤں سے اپنی پیاس بجھا رہے تھے۔ اس گریہ بے اختیار کو دیکھ کر دیکھنے والوں کا دل بھی بھر آیا۔ سب لوگ رو رہے تھے۔ جب کچھ دیر بعد سکون ہوا تو آنسوؤں کے اس راز نہاں پر سے یوں پردہ سرکایا " میں ایک دن خدا کے پیغمبر کے ساتھ تھا' کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کسی چیز کو دھکیل رہے ہیں' میں حیران تھا کہ آپ کس چیز کو دھکیل رہے ہیں ؟ بظاہر کوئی چیز دکھائی نہیں دے رہی تھی میں نے پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ " مجسم دنیا ہو کر میرے سامنے آئی میں نے کہا کہ میرے پاس سے ہٹ جا۔ وہ ہٹ گئی مگر پھر آئی اور کہا کہ آپ مجھ سے بچ کر نکل جائیں تو نکل جائیں لیکن آپ کے بعد کے لوگ مجھ سے بچ نہیں سکتے" ...... پس مجھے یہ واقعہ یاد آ گیا تھا اور لوگو ! میں اس ڈر کے مارے رونے لگا کہ کہیں وہ مجھ سے چمٹ نہ جائے۔ (اسد الغابہ)

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بہن اور ام المومنین حضرت حفصہ کے یہاں آئے' کھانے کا وقت تھا' کھانا لے آئیں' میزبانی کے جذبہ سے سالن کے گویا دو سالن بنا دیئے' "دو برتنوں میں الگ الگ سالن" خدا کا غلام پکار اٹھا.....

تادم مرگ نہ کھاؤں گا (اسد الغابہ)

ایک بار عمدہ قسم کی چادریں تقسیم کرنے کے لئے آئیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکو مدینے والیوں میں تقسیم کر دیا' آخر میں ایک خوبصورت چادر بچ گئی' سوال یہ تھا کہ یہ کس کو دی جائے؟ یہ اپنی اہلیہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا دے دیجئے نا۔ کسی شخص نے از راہ دل جوئی و پر خلوص کہا کہ آخر وہ بھی تو مدینے کی ایک عورت ہی تھی لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ چادر دیکھ کر اپنی بیوی نہیں خدا کی ایک خاص بندی کا خیال آ رہا تھا۔ بڑی سنجیدگی اور چاؤ کے ساتھ بولے "ام سلیط رضی اللہ عنہا اس کی زیادہ مستحق ہیں۔" کیوں؟...... وہ غزوہ بدر کے دن مشک بھر بھر کر پانی لاتی تھیں اور ہمیں پلاتی تھیں۔ (بخاری کتاب الجہاد)

ایک بار بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک نوجوان عورت سامنے آئی .... امیر المومنین! اس نے دہائی دینا شروع کی' میرا شوہر مر گیا ہے اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں' نہ وہ کوئی کام کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان کے پاس کھیتی ہے نہ مویشی ہیں۔ میں خفاف بن ایماء الغفاری کی بیٹی ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے۔ رات چلتی بے بس و بے کس عورت کی یہ فریاد سنی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فورا ٹھہر گئے' فورا لوٹے اور ایک اونٹ پر کھانے پینے اور پہنے کا سازو سامان لاد کر لائے۔ اس کو ہانک کر لے جاؤ۔ اونٹ کی مہار اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا۔ اے امیر المومنین! کسی نے کہا آپ نے تو اسے بہت دے دیا۔ ارے کمبخت! حضرت عمر رضی اللہ عنہ برافروختہ ہوئے' اس کے باپ اور بھائی نے میرے سامنے ایک قلعہ کا مدتوں محاصرہ کیا اور فتح کیا تھا۔ (بخاری کتاب المغازی)

جاؤ اب یہ اونٹ بیچ ڈالو' اصل قیمت خود رکھ لو اور باقی تمام روپیہ بیت المال میں جمع کردو' حضرت عبداللہ بن عمر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہما اپنے لاڈلے اور انتہائی سعادت مند بیٹے سے کہا۔ بیٹے نے سوالیہ نظروں سے

باپ کی طرف دیکھا اور خاموش آواز میں اس کی وجہ دریافت کی۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کو سرکاری چرایا گیا ہے۔ اور لوگوں نے امیرالمومنین کا بیٹا سمجھ کر چھوڑ دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک بار بصرہ گئے' وہاں کے گورنر حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کو دیکھ کر حضرت اشعری بہت خوش ہوئے اور ان کو مالی فائدہ پہنچانے کی ایک مخلصانہ تدبیر یہ نکالی میں کچھ صدقہ کا روپیہ امیرالمومنین کو بھیجنا چاہتا ہوں ' ایسا کیجئے کہ یہاں سے اس کا کچھ تجارتی سامان خرید لیجئے اس کو لے جاکر فروخت کیجئے۔ نفع آپ کا رہے گا اور اصل مال بیت المال میں جمع کر دیجئے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اس طرح مال دینے کی اطلاع سرکاری طور پر حضرت عمر کو بھی بھیج دی۔ جونہی وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے' آپ نے چھوٹتے ہی سوال کیا کہ ابوموسی رضی اللہ عنہ نے یہ معاملہ صرف تمہارے ساتھ کیا ہے یا تمام فوج کے ساتھ ؟ تمام فوج کے ساتھ تو ایسا نہیں کیا گیا' ٹھیک ہے میرا لڑکا سمجھ کر تمہارے ساتھ یہ خصوصی رعایت کی گئی ہے۔ لہٰذا اصل اور نفع دونوں بیت المال میں جمع کر دو۔ (مسلم)

ضبط نفس کے پہاڑ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عین میدان جنگ میں سپہ سالاری کے منصب سے ہٹائے جانے کا اعلان کیا تو ان کے سکون و اطمینان کے لئے یہ بات کافی تھی کہ وہ حق کے مفاد میں ایسا فیصلہ کر رہے ہیں اور یہ نہیں ہے ...... وہ خدا کو خوش کرنے کے لئے ایک کام کر رہے تھے' بس یہ یقین ان کے لئے کافی تھا ' اس اعلان پر کئی طرح کے رد عمل ہونے تھے اور ہوئے۔ خود حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس حکم کی اطاعت کی اور سپہ سالاری کا اعزاز چھوڑ کر فوراً عام سپاہوں کی صف میں جاکر شامل ہوگئے

لیکن ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نیت اور خلوص پر شک کیا اور مخلصین کے لئے یہ بات بڑی صبر آزما ہوتی ہے کہ کوئی ان کے خلوص کو مشتبہ ٹھہرائے، پھر یہ شک تنہائی میں بیٹھ کر نہیں کیا گیا بلکہ کہنے والے نے بر سر عام آکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بھرپور احتجاج سے جھنجھوڑ دینے کی جرات کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ..... تم نے انصاف نہیں کیا۔ وہ شخص بھرے مجمع میں کہہ اٹھا..... اور ایک ایسے عامل کو معزول کیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مامور کیا تھا اور ایسی تلوار کو میان میں کیا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے نیام کیا تھا..... ایک ایسے جھنڈے کو جھکا دیا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونچا اٹھایا تھا۔ تم نے قطع رحمی کی اور ...... اپنے چچا زاد بھائی پر حسد کیا...... کہنے والا جوش میں کہتا چلا جا رہا تھا....... لیکن سننے والا کچھ بولے بغیر .... کسی اشتعال کے بغیر...... کسی مداخلت کے بغیر بس سنے جا رہا تھا۔ نہ چہرے کا رنگ بدلا، نہ تیوری چڑھائی، نہ قوت سے اس آواز کو چپ کرایا جو بھری محفل میں اس کی شخصیت کو کچوکے دے رہی تھی۔ اس نے مکمل صبر ضبط کی شان برقرار رکھی۔ کہنے والے کو وہ سب کچھ کہنے دیا، جس کو سننے والے کے لئے لوہے کا جگر درکار تھا۔ آخر کہنے والا خود ہی تھک گیا اور فرط جوش میں ہانپتا کانپتا ہوا پھرا اور اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ سب لوگ حیران اور سراسیمہ تھے کہ ایسی سخت چوٹ کھانے والے کا جوابی حملہ کیا اور کیسا ہوگا؟ آخر اس نے نظر اٹھائی تو اس کی آنکھوں میں خشونت نہیں رقت تھی۔ وہ بولا ..... مگر اس کی آواز میں زہر نہیں بلکہ شفقت کی مٹھاس تھی۔ اس نے صرف اتنا کہا..... طنز کے رد عمل اور اپنی صفائی میں بس اتنا کہا...... تم کمسن ہو اور خالد تمہارے عزیز ہیں۔ اس لئے رشتہ داری اور کمسنی کی بنا پر اپنے چچا زاد بھائی کی حمایت میں تمہیں غصہ آ گیا ہے۔ (اسد الغابہ)

وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے

ایک عورت جو کوڑھ جیسے متعدی اور خوفناک مرض میں مبتلا تھی خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھی' حضرت عمر ادھر سے گزرے اور کہا لوگوں کو تکلیف نہ دو۔ جاؤ گھر میں جا کر بیٹھو ' عورت فورا چلی گئی اور گھر میں ایسی بیٹھی کہ پھر کسی نے اس کو باہر نکلتے نہ دیکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد کوئی شخص اس کے پاس گیا اس نے سوچا کہ عرصہ دراز سے گھر کی چار دیواری میں بیٹھے بیٹھے اس کا جی اکتا گیا ہوگا' اس کو ترس آیا اور قریب جا کر یہ بات کہی " تمہیں روکنے والا اب اس دنیا میں نہیں ہے اس لئے شوق سے گھر سے نکلو' اس شخص کو خیال آیا کہ میری بات سن کر وہ عورت خوش ہو گی۔ گھومنے پھرنے کا مدتوں سے گھٹا ہوا شوق ابھی اسی وقت اس کو باہر کھینچ لائے گا۔ مگر ایسا نہ ہوا' یہ مشورہ سنتے ہی اس عورت کے چہرے سے تلخی اور ناگواری ٹپک پڑی' وہ تو اس طرح خفا ہوئی جیسے کہنے والے نے اس کو گالی دے دی تھی۔ میں ایسی نہیں ہوں' ایک بیمار جسم میں سے روح کی کیسی صحتمند آواز آئی میں ایسی نہیں ہوں کہ زندگی میں ان کی اطاعت اور مرنے کے بعد ان کی نافرمانی کروں۔ (موطا امام مالک)

حق گوئی و بیباکی

لوگو ! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دور خلافت میں منبر پر کھڑے ہو کر حاضرین سے سوال کیا۔ تم کیا کرو گے اگر میں دنیا کی طرف جھک جاؤں ؟ فی الفور ایک شخص جلسے کے بیچ میں سے اٹھا...... اپنی ننگی تلوار دکھاتے ہوئے پورے جوش کے ساتھ بولا ...... ہم تمہارا سر اڑا دیں گے.... منہ سنبھال کر بات کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آزمانے کے لئے اس کو تنبیہہ کی کیا تم میری شان میں یہ بات کہہ رہے ہو ؟ ہاں تمہاری شان میں ..... اس شخص نے سینہ تان کر یہ

بات کی...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوشی سے پکار اٹھے ' خدا کا شکر ہے کہ قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ میں ٹیڑھی چال چلوں گا تو مجھے سیدھا کر دیں گے۔

(الفاروق حصہ دوم)

دو بھائی

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو مدائن کا گورنر بنا کر بھیجا گیا تو پروانہ تقرر میں یہ الفاظ تحریر تھے ...... ان کی سنو ! ' ان کی اطاعت کرو اور جو کچھ مانگیں ان کو دو۔

" جس چیز کو جی چاہے ہمیں حکم دیجئے ! " مدائن والوں نے عقیدت و شوق کے عالم میں عرض کیا۔ اپنے لئے روٹی اور اپنے جانور کے لئے گھاس چاہتا ہوں' اس اللہ کے بندے نے اپنے کل مطالبات کو دو لفظوں میں سمیٹ دیا اور سچ مچ پوری گورنری کی مدت میں انہوں نے اپنے لئے کوئی اور چیز نہ چاہی۔ جب یہ خدمات سرانجام دے کر لوٹے تو جیسے گورنری سے پہلے تھے ٹھیک ویسے ہی خراماں خراماں چلے آرہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا بیتاب ہو کر اٹھے اور سینے سے لپٹ کر پکار اٹھے تم میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں۔

ان تمام واقعات سے ہم سب کو خواہ علماء ہوں' امام ہوں یا حکمران ہوں اس پر عمل کی ضرورت ہے۔ اگر ہمارے حکمران خلفاء راشدین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حکمرانی کریں تو پھر یقیناً ہمارے معاشرے کی اصلاح ہو جائے گی۔ کوئی بھی حکمران سرکاری سرمایہ کھانے کی کوشش نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی کو ظلم کا نشانہ بنائے گا۔ خود اور اپنی رعایا کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں گے اور دنیا و آخرت میں اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم دعاگو ہیں کہ وہ ہمارے حکمرانوں کو خلفاء راشدین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں ان کی بات ماننے کی توفیق بخشے !